25

نہایت ہی کرب و بَلا کے ایام۔۔۔خوب دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ مجھے صحیح فیصلہ پر پہنچنے کی توفیق دے

(فرمودہ 7 اگست 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"باوجود اس کے کہ پچھلے جمعہ میں میرا آنا بعد میں میرے لئے تکلیف دِہ ثابت ہوا اور جاتے ہی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی لیکن آجکل کے حالات ایسے ہیں کہ باوجود اس کے کہ آج بھی میری صحت ٹھیک نہ تھی پھر بھی مَیں نے خود آکر خطبہ پڑھنا مناسب سمجھا۔

اس وقت ان لوگوں کے لئے نہیں جن کو دنیا کے حالات کا مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملتا، ان کے لئے بھی نہیں جن کے سامنے دنیا کے حالات آتے ہیں مگر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور وہ تمام رستے جن سے علم اور عبرت حاصل ہو سکتی ہے اس طرح بند ہوتے ہیں کہ وہ کسی اثر کو اپنے اوپر نازل نہیں ہونے دیتے۔ ان کے لئے بھی نہیں جن کے دل سخت ہو جاتے ہیں اور بُری یا بھلی ہر ایک بات کے لئے ان کے دلوں میں مساوات کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر ان کے لئے جن کے دل تندرست ہیں اور اثر پذیر ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں، جن کی آنکھیں کھلی ہیں، جن کے کان کھلے ہیں۔ یہ ایام نہایت ہی کرب و بَلا کے ایام ہیں۔ آج ہندوستان کے لئے نئے حالات کے ماتحت دو طرف سے خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔ جاپان اس کے ایک کنارے پر اپنی فوجیں جمع کر رہا ہے تا کہ جب اس کی فوجیں کیل کانٹے سے پوری طرح لیس ہو جائیں تو مشرق کی طرف سے ہندوستان پر حملہ کر دے اور دوسری طرف جرمنی کی

فوجیں بڑے زور سے ایشیا میں داخل ہو رہی ہیں اور بحیرہ اخضر (Caspian Sea) کی طرف جو ایران کی سرحد پر ہے، بڑھتی چلی آتی ہیں۔ جس کے بعد ہندوستان اور جرمن فوجوں کے درمیان ایران اور افغانستان کی ناتربیت یافتہ فوجوں کے تھوڑے تھوڑے رسالوں وغیرہ کے سوا کچھ نہیں۔ خود اس ملک کی یہ حالت ہے کہ اس کی اکثریت یہ مشورے کر رہی ہے کہ حکومت کو بالکل معطل کر دیا جائے۔ وہ اس امر پر غور کر رہی ہے کہ ملک میں عام تعطّل کی حالت پیدا ہو جائے۔ مزدور اپنا کام چھوڑ دیں، ریلیں چلانے والے کام بند کر دیں، ڈاک کے محکمہ میں کام کرنے والے ہڑتال کر دیں اور تار کے محکمہ میں کام کرنے والے تاریں لینا اور پہنچانا چھوڑ دیں۔ دکاندار سَودے بیچنا چھوڑ دیں اور ملک میں ایسا تعطّل پیدا ہو جائے کہ جو شخص جہاں ہے وہیں رہ جائے اور کسی کو دوسرے کی کوئی خبر نہ مل سکے اور گورنمنٹ ایک عضوِ معطل کی طرح ہو کر رہ جائے۔

1919ء میں جس وقت گاندھی جی نے گورنمنٹ کے خلاف پہلی کارروائی شروع کی تھی اس وقت وہ نئے نئے ہندوستان میں آئے تھے مگر جن لوگوں کے دلوں میں ان ایام کی یاد ابھی تازہ ہے وہ جانتے ہیں کہ اس وقت باوجودیکہ کانگرس کا نظام مکمل نہیں ہوا تھا ایسے دور افتادہ علاقوں میں بھی جن کا تعلیم یافتہ طبقہ سے تعلق نہ تھا یہ تعطّل بغاوت کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ اب تو قادیان میں ریل آ گئی ہے، گو پھر بھی یہ جگہ دنیا سے بہت دور ہے اور اس وقت تو یہاں ریل بھی نہ آئی تھی اور یہ مقام سیاسی دنیا سے بالکل منقطع تھا مگر اس وقت بھی باوجود اس کے کہ اس کے اردگرد کے علاقہ کے لوگ سیاسیات کا نام بھی نہ جانتے تھے۔ چاروں طرف کے دیہات سے یہی آواز آ رہی تھی کہ اب انگریز گئے، اب ہماری حکومت قائم ہو جائے گی۔ لوگوں نے گھروں میں ہتھیار جمع کرنے شروع کر دیئے تھے اور پستول چلانے کی مشقیں کرنے لگے تھے۔ چنانچہ ایک گاؤں سے جو قادیان سے صرف ایک دو میل کے فاصلہ پر ہے بعد میں پستول پکڑے بھی گئے تھے اور ایسے درخت پائے گئے تھے جن پر سکھ لوگ پستول چلانے کی مشق کیا کرتے تھے اور تمام پنجاب میں لوٹ مار شروع ہو گئی تھی اور لوگوں کو جہاں کہیں کوئی اِکّا دُکّا انگریز یا سرکاری افسر ملتا اسے مار دیتے تھے یا مارنے کی کوشش کرتے تھے۔ لوگوں نے

بینک لوٹ لئے۔ امرتسر میں جو اتنا بڑا پُررونق شہر ہے لوگ بینک لوٹ کر گھروں میں لے گئے اور حکومت بالکل بے دست وپا ہو کر رہ گئی تھی اور جب مَیں نے ملک میں عام شورش کو دیکھ کر علاقہ کے سکھ رؤساء کو بُلا بھیجا تا باہم مشورہ کر کے اس علاقہ میں امن قائم رکھنے کی تجاویز کریں تو جو آدمی ان کو بلانے کے لئے بھیجے گئے انہوں نے آکر مجھے خبر دی کہ ایک ایک کا دل بغاوت کے خیالات سے پُر ہے۔ مَیں نے انہیں منع کیا تھا کہ وہ انہیں میرے بلانے کی غرض نہ بتائیں اور انہوں نے آکر مجھے بتایا کہ انہوں نے جسے بھی میرا پیغام دیا اس کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ قیام امن کے مشورہ کے لئے انہیں بلایا جا رہا ہے بلکہ جو بھی سنتا یہی جواب دیتا کہ اب انگریزوں کی حکومت تو جا رہی ہے اب واقعی مرزا صاحب کو دوبارہ اس علاقہ میں اپنی حکومت قائم کرنی چاہیئے اور اس میں ہم ان کے ساتھ ہیں۔ وہ اس اجتماع کی غرض یہی سمجھے کہ ہم بھی لوٹ مار میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور اس غرض سے ان کو بلا رہے ہیں کہ ہمارے ساتھ مل جائیں۔ اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ کس طرح باغیانہ خیالات آگ کی طرح تمام ملک میں پھیل گئے تھے۔ بے شک اتنا عرصہ گزرنے کے بعد آج بعض باتیں کانگرس کے خلاف بھی پیدا ہو چکی ہیں، کانگرس کی کئی تحریکات ناکام رہیں اور ناکامی کمزور دلوں کو مایوس کر دیا کرتی ہے۔ اس وقت تو ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ کانگرس کی تحریک ضرور کامیاب ہو جائے گی اور اس لئے کمزور دل لوگ بھی اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے مگر آج کئی ناکامیوں کے بعد ایک ایسا طبقہ ملک میں پیدا ہو چکا ہے جو کانگرس کے دعوؤں پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں۔ پھر ہندوؤں اور سکھوں میں بھی ایک ایسا طبقہ پیدا ہو چکا ہے جو اس جنگ کو انگریزوں کے لئے ہی نہیں بلکہ اپنے لئے بھی خطرناک سمجھتا ہے اور وہ کانگرس کی اس آواز کا جواب دینے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔ پھر اس جنگ میں لڑنے والی ایک حکومت مزدوروں کی حکومت ہے اور چونکہ انگریز اس کے ساتھ ہیں اس لئے ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو خیال کرتا ہے کہ یہ جنگ مزدوروں کی ہے اور مزدور ہی ہڑتالیں وغیرہ کیا کرتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں کہ اس وقت انگریزوں کو پریشان کرنے والا کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے۔ ان کے علاوہ اَور بھی بعض باتیں کانگرس کے خلاف ہیں مگر بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو آج اس کے ہاتھوں کو پہلے سے زیادہ مضبوط کرنے والی ہیں۔ ان میں سے

ایک تو اس کا نظام ہے جو بیس سال کے تجربہ سے پہلے کی نسبت آج بہت زیادہ مکمل ہے۔ یہ نظام اس وقت نہ تھا جب گاندھی جی نے پہلی تحریک جاری کی تھی۔ آج کانگرس کا ہاتھ اتنا مضبوط ہے کہ بظاہر تو وہ ایک سوسائٹی ہے مگر درحقیقت وہ حکومت کا رنگ رکھتی ہے اور حکومت کا کوئی محکمہ ایسا نہیں جس میں اس کے جاسوس موجود نہ ہوں۔ آج انگریز نہیں کہہ سکتے کہ وائسرائے کے گھر کے افسروں میں کانگرس کے آدمی نہیں ہیں۔ انگریز نہیں کہہ سکتے کہ گورنمنٹ میں کانگرسی نہیں، انگریز نہیں کہہ سکتے کہ پولیس میں کانگرس کے آدمی نہیں حتّٰی کہ آج فوج میں بھی کانگرسیوں کے آدمی موجود ہیں۔ کونسلوں میں بھی کانگرسی ہیں اور ہر جگہ ایسے آدمی موجود ہیں جو گو مُنہ سے حکومت کی وفاداری کا اقرار کرتے ہیں مگر دل سے کانگرس کے ساتھ ہیں۔ ہر وزیر کے دفتر میں کانگرسی ہیں، حکومت کے تمام بڑے بڑے عہدوں میں سے کچھ کانگرسیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ بظاہر وہ کانگرس سے بے تعلق ہیں مگر بہ باطن ان کی ساری ہمدردیاں کانگرس کے ساتھ ہیں اور وہ اسی لئے حکومت کے اداروں میں گھسے ہوئے ہیں کہ وقت آنے پر کانگرس کا ساتھ دیں۔

غالباً 1930ء میں کانگرس کی شورش شروع ہوئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حکومت کے بہت سے راز کانگرسیوں کو معلوم ہو جاتے ہیں بلکہ قریباً سارے ہی راز ان کو معلوم ہو جاتے ہیں اور بعض معیّن مثالیں مجھے بعض کانگرسیوں نے بتائیں کہ کس طرح ہمیں معیّن اطلاعات حاصل ہوتی ہیں۔ جب حکّام کسی کانگرسی کو قید کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو ہمارے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگ ہمیں پہلے سے ہی بتا دیتے ہیں اور ہم اس جگہ سے جہاں پولیس نے چھاپہ مارنا ہو پہلے ہی تمام ریکارڈ وغیرہ نکال لیتے ہیں اور گرفتار ہونے والا اطمینان کے ساتھ پولیس کے آنے کا منتظر ہوتا ہے۔ پولیس چھاپہ مارتی اور سمجھتی ہے کہ خفیہ کاغذات وہاں سے ہاتھ آئیں گے لیکن وہ پہلی اطلاع کے مطابق وہاں سے کِھسکا دیئے جا چکے ہوتے ہیں بلکہ اس زمانہ میں انہوں نے پولیس سے اس طرح تمسخر کرنا شروع کر دیا کہ پولیس نے کسی جگہ چھاپہ مار کر کسی کو پکڑنا چاہا مگر جب وہ وہاں پہنچی تو یہ دیکھ کر حیران ہو گئی کہ جسے وہ پکڑنے آئے ہیں اس کے اردگرد پانچ سات دوست بیٹھے ہیں اور اس کے گلے میں پھولوں کے ہار وغیرہ

ڈالے ہوئے ہیں۔ یہ گویا پولیس کی کارروائی کا ایک طرح کا جواب تھا کہ تم تو اچانک پکڑنے آئے ہو مگر ہمیں گرفتاری کا پہلے سے علم ہے اور ہم نے بطور مبارک باد اپنے بھائی کے گلے میں ہار ڈالے ہوئے ہیں۔ انہی ایام میں مجھے شملہ میں سر ہربرٹ ایمرسن کو جو بعد میں پنجاب کے گورنر بن گئے تھے اور اس وقت ہوم ممبر تھے، ملنے کا اتفاق ہوا۔ مَیں نے ان سے ذکر کیا اور کہا کہ یہ حالات ہیں اور حکومت کی کوئی بات نہیں جس کا کانگرس کو علم نہ ہو جاتا ہو۔ مَیں نے بعض واقعات کی طرف اشارہ بھی کیا جو مجھے کانگرسیوں سے معلوم ہوئے تھے اور مَیں نے سر ہربرٹ ایمرسن سے کہا کہ اس صورت میں مخفی رکھنے اور چھپانے کا کیا فائدہ ہے جبکہ ہر محکمہ میں کانگرس کے جاسوس موجود ہیں۔ گورنمنٹ کا کونسا ارادہ ہے جسے وہ کانگرسیوں سے چھپا سکتی ہے۔ سَر موصوف نے اس کے جواب میں ہنس کر کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے راز کانگرس کو معلوم ہو جاتے ہیں اور ان کے جاسوس سرکاری محکموں میں ہیں لیکن یہ بات یک طرفہ نہیں۔ ہمیں بھی ان کے راز معلوم ہو جاتے ہیں اور ہمارے جاسوس بھی کانگرس میں ہیں۔ مَیں نے کہا کہ کانگرس کے راز آپ کو معلوم ہو جانے سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ آپ تو گورنمنٹ ہیں لیکن وہ باغی ہیں اور ان کو حکومت کے راز معلوم ہونے سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ حکومت کو باغیوں کے حالات معلوم ہو جانے سے اتنا فائدہ نہیں ہو سکتا جتنا باغیوں کو حکومت کے راز معلوم ہو جانے سے ہو سکتا ہے۔

بہرحال آج کانگرس کی طاقت پہلے سے بہت زیادہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت اس کی مدد پر بعض غیر حکومتیں بھی ہیں۔ پہلے جب کبھی کانگرس شورش کرتی تو بعض بیرونی ممالک زبانی ہمدردی تو کرتے مگر ایسا فائدہ کسی کا وابستہ نہ تھا کہ زیادہ مقدار میں کانگرس کی مدد کرتے لیکن آج ایسی حکومتیں ہیں جو ہر رنگ میں ان کی مدد پر آمادہ ہو سکتی ہیں اور ایسے ذرائع موجود ہیں جن سے وہ روپیہ اور مختلف سامان ان کو پہنچا سکتے ہیں۔ آج سے نہیں بلکہ بہت پہلے سے جب جنگوں کا سوال ہی نہ تھا۔ ہندوستان میں ان ملکوں نے ایسی ایجنسیاں قائم کر رکھی تھیں کہ جن کے ذریعہ وہ انگریزوں کے مخالفوں میں روپیہ وغیرہ تقسیم کرتے تھے۔ انگریز حیران تھے کہ انارکسٹوں کو روپیہ کہاں سے مل رہا ہے حالانکہ وہ مغربی کمپنیوں کے ذریعہ ہی

پہنچتا تھا۔ آج گو جنگ کا زمانہ ہے مگر ایسے ذرائع آج بھی ہیں اور ایسے ممالک بھی ہیں جو جنگ میں شامل نہیں، ان تک روپیہ پہنچانا اور پھر ان کے ذریعہ مختلف رنگوں میں مثلاً تجارتی رنگ میں یہاں لانا مشکل نہیں اور جاپان، جرمنی، اٹلی سب اس طرح شورش کرنے والوں کی مدد کریں گی اور کوئی تعجب نہیں کہ ان ملکوں نے پہلے سے ہی ہندوستان کا روپیہ خرید کر رکھا ہوا ہو کہ ضرورت کے وقت باغیوں تک پہنچا سکیں اور غیر جانبدار ممالک کے ذریعہ روپیہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ یہ طاقت جو اَب کانگرس کو حاصل ہے پہلے نہ تھی۔

تیسری بات جو اس وقت کانگرس کے حق میں ہے یہ ہے کہ اس وقت انگریز دلجمعی کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہندوستان کے دونوں طرف دشمن ہیں ۔ اگر اس وقت وہ اندرونی لڑائی میں مصروف ہو جائیں تو بیرونی دشمنوں کا مقابلہ مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے وہ بے دلی سے لڑیں گے سوائے اس کے کہ اس دفعہ وہ اس جنگ کو بھی واقعی جنگ سمجھ لیں۔ پہلے تو یہی ہوتا رہا ہے کہ وہ درمیان میں آکر ہتھیار ڈال دیتے رہے ہیں۔ گاندھی جی نے روزہ رکھا اور انگریزوں کی قوتِ مقابلہ فوراً سلب ہو گئی۔ وہی گاندھی آج بھی موجود ہے اور آج بھی روزہ رکھا جا سکتا ہے تو اس وقت انگریزوں کے لئے پوری طرح لڑنا مشکل ہے سوائے اس کے کہ وہ ہمت مردانہ سے کام لیں اور عواقب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مقابلہ کریں کیونکہ اگر اندرونی گڑبڑ شروع ہو جائے تو تمام نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور اس وقت سے زیادہ خطرناک وقت اَور کونسا ہو سکتا ہے جب دائیں بھی دشمن ہیں اور بائیں بھی دشمن ہیں اور ملک کے اندر اکثریت فساد پر آمادہ ہے۔ پہلے تو لوگ آپس میں ہی ایک دوسرے سے لڑنے کی تیاریاں یا بچاؤ کی صورتیں سوچتے تھے مگر وہ مقامی صورتیں تھیں لیکن یہ ایک ایسا فتنہ اٹھنے والا ہے جو سارے ہندوستان کو لپیٹ کر لے جائے گا۔ کانگرسی اور گاندھی جی کے معتقد صرف بنگال میں نہیں ہیں، صرف مدراس میں نہیں ہیں، صرف بہار یا یو۔پی میں نہیں، صرف پنجاب یا سندھ یا سرحد میں نہیں ہیں بلکہ ہر جگہ موجود ہیں۔ وہ شہروں میں بھی ہیں اور دیہات میں بھی، پہاڑوں پر بھی ہیں اور میدانوں میں بھی ہیں۔ اس لئے اس آگ کو قبول کرنے کے لئے ہر جگہ ایندھن موجود ہے۔ تِنکوں کے ڈھیر ہر جگہ پڑے ہیں اور ان کے ہمسایہ میں رہنے والے ہر جگہ خطرہ

محسوس کر رہے ہیں اور ایسے وقت میں ہماری جماعت محفوظ نہیں رہ سکتی کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ سارے ملک میں آگ لگی ہو اور ہم محفوظ گھروں میں بیٹھے رہیں۔ اول تو یہ بات اخلاق سے بعید ہے کہ آگ لگے اور اسے بجھانے کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا جائے۔ پھر یہ حماقت بھی ہے کہ جب ہمسایہ میں آگ لگ رہی ہو تو خیال کر لیا جائے کہ یہ ہم تک نہ پہنچے گی بلکہ پرے ہی رہے گی۔ اگر یہ آگ بھڑکی تو اس کا اثر ہماری جماعت پر بھی ضرور پڑے گا اور اگر ہم اس آگ تک نہ گئے تو وہ ہم تک ضرور آئے گی لیکن اس کے ساتھ ایک دوسرا نظارہ بھی ہے اور وہ یہ کہ ہم نے سالہا سال تک انگریزوں کا ساتھ دیا مگر گزشتہ چند سالوں سے جب بھی موقع آیا پنجاب اور بعض دوسرے صوبوں میں ان میں سے بعض نے ہماری پیٹھ میں خنجر گھونپنے سے دریغ نہیں کیا۔ جس قوم کے تعاون اور تائید سے انگریزوں نے پچاس سال تک فائدہ اٹھایا اسے بعض انگریز افسروں نے باغی ثابت کرنے کی کوشش کی اور اس جنگ کا نتیجہ خواہ کچھ نکلے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ انگریز اب ہندوستان میں نہیں رہ سکتے۔ فتح کی صورت میں تو وہ خود اعلان کر چکے ہیں کہ ہندوستان کو آزاد کر دیں گے اور شکست کی صورت میں وہ خواہ کہیں یا نہ کہیں انہیں جانا ہی پڑے گا۔ اور اگر ہم سابقہ تجربہ پر نگاہ رکھیں تو کہنا پڑے گا کہ وہ دوست کو دشمن بنا کر جانے کے عادی ہیں۔ گویا ان کا ساتھ دینے کے معنی اپنے لئے موت کو بلانا ہیں اور اس طرح ہمارے لئے دوہرا خطرہ ہے۔ گزشتہ سالوں کے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم جو سویلین انگریز افسر اس وقت ہندوستان میں ہیں۔ ان میں سے بہتوں کی دوستی پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا اور وہ اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ جن لوگوں نے ذاتی اغراض کے لئے ان سے تعاون کیا ان سے تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ تمہیں ہم نے اس کا معاوضہ ادا کر دیا، کسی کو خان صاحب بنا دیا، کسی کو خان بہادر بنا دیا، کسی کو مربعے دے دیئے مگر دنیا کا کوئی انگریز ایسا ہے جس کے اندر شرافت ہو اور وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ کہہ سکے کہ تمہیں یا تمہاری جماعت کو ہم نے فلاں فائدہ پہنچایا ہے اور کوئی دنیا میں ایسا انگریز ہے جس کے اندر شرافت ہو اور وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکے کہ تمہاری جماعت سے ہمیں فائدہ نہیں پہنچا۔ مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ پچاس سال تک ہم نے بغیر کسی بدلہ کے ہر موقع پر انگریزوں سے تعاون کیا

اور ان کو فائدہ پہنچایا اور پھر مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اس عرصہ میں ہم نے حکومت سے کبھی ایک پیسہ کا بھی فائدہ نہیں اٹھایا، نہ اٹھانے کے لئے تیار تھے اور نہ اٹھانے کے لئے تیار ہوں گے۔ پس ان حالات میں ہمارے لئے یہ بہت مشکل سوال پیدا ہو گیا ہے کہ آیا ہم اس فتنہ کو جو سارے ملک کو بھسم کرنے کے لئے چلا آرہا ہے دبانے کے لئے اٹھیں اور اس قوم کی مدد کریں جو پچھلے تجربہ کی بناء پر اپنے دوستوں سے بیوفائی کرنے کی عادی ہے یا اس کی پچھلی بے وفائی کا خیال کر کے ملک کو اس آگ میں جلنے دیں۔ دونوں طرف خطرات ہیں اور ہمیں فیصلہ یہ کرنا ہے کہ ان دونوں میں سے کونسا فتنہ بڑا ہے۔ یہ فیصلہ ہمیں بہت جلد کرنا پڑے گا اور چند دنوں میں کسی نتیجہ پر پہنچنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آیا کانگرس کے اراکین کے دلوں میں ایسی اصلاح ہو چکی ہے یا نہیں کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے تیار ہوں۔ گزشتہ تجربہ یہی ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کانگرس کے ہاتھ میں محفوظ نہیں ہیں اور اب پتہ نہیں کہ اس میں اصلاح ہو چکی ہے یا وہ اب بھی مسلمانوں کی ویسی ہی دشمن ہے جیسی پہلے تھی۔ مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن اس وقت تک کے تجربہ کے لحاظ سے گاندھی جی ہیں، انہیں تو مسلمانوں سے کچھ ایسا بغض ہے کہ جہاں انہیں مسلمانوں کا کوئی فائدہ نظر آئے انہیں سر سے لے کر پاؤں تک آگ لگ جاتی ہے۔ سر سٹیفورڈ کرپس کی تجاویز کے بھی یہ صاحب اسی وجہ سے مخالف ہیں کہ ان کے مطابق وہ سمجھتے ہیں مسلمانوں کے حقوق محفوظ ہو جائیں گے اور ان کو بھی آزادی مل سکے گی۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ وہی شخص جو کہتا تھا کہ انگریز صرف اتنا بتا دیں کہ وہ ہندوستان کو کب آزاد کریں گے اور اگر وہ اتنا بتا دیں تو مَیں صدیوں تک بھی انتظار کر سکتا ہوں، آج دو سال بھی انتظار نہیں کر سکتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی ہے کہ اسے خیال ہے کہ اس آزادی سے کچھ حصہ مسلمانوں کو بھی مل سکے گا۔ وہ گاندھی آج کہاں ہے جو کہا کرتا تھا کہ اگر انگریز آزادی کے لئے معیّن وقت بتا دیں تو مَیں اَن گنت سالوں تک انتظار کر سکتا ہوں۔ آج وہ کیوں کہتا ہے کہ آج ہی آزادی دے دی جائے۔ اسی لئے کہ وہ سمجھتا ہے دو تین سال کے بعد جو آزادی ملے گی اس میں ممکن ہے مسلمانوں کا بھی کچھ حصہ ہو۔ وہ کتّے کے طور پر اپنی ڈیوڑھی پر بٹھا کر مسلمان کو کیک کھلانے کے لئے تو تیار ہے مگر ساتھ بٹھا کر سوکھا ٹکڑا

کھلانے کو تیار نہیں۔ لیکن اگر مسلمانوں میں غیرت ہے تو وہ کتّے کی طرح کیک کھانا ہرگز برداشت نہ کریں گے اور اسے ٹھکرادیں گے اور اپنا حصہ لے کر رہیں گے۔

پس گاندھی جی اَور کانگرس سے ہمیں خطرہ ہے لیکن دوسری طرف انگریزوں سے بھی خطرہ ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آج اگر مسلمان قربانیاں کریں اور اس فتنہ کو ملک سے دور کریں تو کل کو انگریز یہ نہ کہہ دے گا کہ اب ہندو کمزور ہو چکے ہیں اب ان سے سمجھوتہ کر لیا جائے اور یہ سمجھوتہ کرنے میں اگر مسلمانوں کے حقوق تلف ہوتے ہیں تو بے شک ہوں کیونکہ آج تک انگریزوں نے کوئی ایسا اعلان نہیں کیا جس میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا حتمی وعدہ ہو۔ انگریز اس وقت یہ کہہ رہے ہیں کہ جنگ کے فوراً بعد وہ ہندوستان کو فوراً آزادی دے دیں گے۔ یہ وعدہ ان کا مشتبہ ہے کیونکہ اگر مسلمانوں کی رضامندی آزادی کے لئے شرط ہے تو جنگ کے فوراً بعد آزادی دینے کا وعدہ درست نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں وعدہ یوں ہونا چاہئے کہ جنگ کے بعد ہم ہندوستان کو آزادی دے دیں گے بشرطیکہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں سمجھوتہ ہو جائے یا اگر سمجھوتہ نہ ہو تو مسلمان اکثریت کے صوبوں کو الگ حکومت دے دیں گے مگر ایسا کوئی اعلان ان کی طرف سے نہیں۔ خالی یہ اعلان کہ جنگ کے بعد فوراً آزادی دے دیں گے تو یہ معنے رکھتا ہے کہ اس کے بعد اگر مسلمان کو خوش نہ کیا جائے تب بھی آزادی دے دی جائے گی۔ یہ ایک خطرناک بات ہے۔ غرض اس امر کی ذمہ داری کون لے سکتا ہے کہ انگریز بعد میں مسلمانوں سے وفاداری کریں گے۔ آج کے حالات کل نہیں ہو سکتے۔ آج کا دشمن کل ہمارا دوست ہو سکتا ہے۔ اس لئے حالات ایسے ہیں کہ ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اگر ایک طرف انگریز سے خطرہ ہے تو دوسری طرف کانگرس سے بظاہر اس سے بھی زیادہ خطرہ ہے اور ان حالات میں اگر کوئی صحیح رہنمائی ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ وہی بتا سکتا ہے کہ آج ہم کونسا ایسا طریقہ اختیار کریں کہ کل جماعت کے لئے مشکلات نہ پیدا ہوں یا دوسری صورت کی نسبت کم ہوں۔ بعض دفعہ دونوں طرف سے مشکلات ہوتی ہیں مگر ایک دوسری کی نسبت کم ہوتی ہے۔ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور ان حالات میں ہمارے لئے سوائے اس کے کوئی رستہ نہیں کہ اسی سے دعائیں کریں کہ

وہ مجھے اس بات کی توفیق دے کہ چند دنوں میں جب مَیں کوئی فیصلہ کروں کہ ہمیں کانگرس کا مقابلہ کرکے اس فتنہ کو مٹانا چاہئے یا الگ رہ کر اس خدائی فیصلہ کا انتظار کرنا چاہئے تو میرا فیصلہ ایسا ہو جس پر چل کر ہم کامیاب ہو سکیں اور مشکلات سے بچ سکیں یا کم سے کم مشکلات کا سامنا ہو اور جو اس کی رضا اور خوشنودی کا رستہ ہو اور جسے اختیار کر کے ہم کُلّی طور پر یا نسبتی طور پر امن میں رہ سکیں۔

پس خوب دعائیں کرو ہر نماز میں کرو، جوان بھی، بچے بھی اور بوڑھے بھی، عورتیں بھی اور مرد بھی، سب دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحیح فیصلہ پر پہنچنے کی توفیق دے۔ یہ فیصلہ ہمیں چند دنوں میں ہی کرنا ہو گا۔ آج آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا اجلاس ہو رہا ہے اور وہ فیصلہ کر رہی ہے۔ اس کے بعد سنا ہے کہ وہ پندرہ دن کا نوٹس دے گی اور اسی عرصہ کے اندر اندر ہی ہمیں بھی کوئی فیصلہ کرنا پڑے گا۔ ممکن ہے اگر ملک میں فساد یا بغاوت پھیلے تو ہم میں سے سینکڑوں اور ہزاروں کو اپنی جانیں دینی پڑیں۔ پس مَیں جماعت کی ماؤں سے کہتا ہوں کہ وہ دن قریب ہیں جب ممکن ہے اسلام اور احمدیت کے لئے ان کے بچے ان سے جدا کئے جائیں اور اگر وہ اس سے بچنا چاہتی ہیں تو ان چند دنوں میں خوب دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے وہ رستہ اختیار کرنے کی توفیق دے دے جو ان کے بچوں کی جانیں بچانے والا ہو یا جس پر چلتے ہوئے کم سے کم جانیں ضائع ہوں اَور مَیں جماعت کے باپوں سے بھی کہتا ہوں کہ گو باپوں کو اولاد سے ماں کی نسبت کم پیار ہوتا ہے مگر ہوتا ان کو بھی بہت ہے۔ اس لئے مَیں ان سے بھی کہتا ہوں کہ وہ دن قریب ہیں کہ جب اس فتنہ کو روکنے کے لئے انہیں اپنی اور اپنی اولادوں کی جانیں قربان کرنی پڑیں۔ اس لئے مَیں سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ خوب دعائیں کریں۔ اکٹھے ہو ہو کر بھی دعائیں کریں اور اکیلے اکیلے بھی، کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس رستہ کی طرف رہنمائی کر دے جو اس کی رضا اور احمدیت و اسلام کی ترقی میں ممد ہونے والا ہو۔ خواہ قریب میں یا بعید میں۔ اور مَیں پھر آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ آپ نے میری بیعت کی ہوئی ہے اور یہ اقرار کیا ہوا ہے کہ نیک احکام میں یعنی جو احکام اسلام اور احمدیت کی تعلیم کے مطابق ہوں، میری اطاعت کریں گے اور اگر مَیں کوئی ایسا حکم دوں تو نہ اپنی جانوں کی پرواہ کریں گے، نہ اپنی اولادوں کی

جانوں کی، نہ وطنوں کی، نہ مکانوں اور جائدادوں کی اور ممکن ہے کہ قربانی کا دن اب قریب آ گیا ہو اس لئے وہ تیار رہیں تا جس دن مَیں آواز بلند کروں تو وہ ان میں شامل ہوں جو سچے طور پر بیعت کرنے والے تھے اور ان میں شامل نہ ہوں جن کی بیعت صرف مُنہ کی تھی اور ایمان ان کے حلقوں سے نیچے نہ اترا تھا۔" (الفضل 11 اگست 1942ء)